Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 34, Sr.No.90, 2013 pp 45 - 54

مجلہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد۳۴،جنوری۔مارچ ۲۰۱۳ء،شمارہ ۹۰

اُردو میں ''اختصاریہ'' نویسی کی روایت

زاہداختر شاہین☆

ڈاکٹر نجیب الدین جمال☆☆

Abstract

It is very hard to find the tradition of writing 'short saying' in Urdu, however it is very strong in English literature. But in sixtees it was introduced in Urdu by Zawar Hussain. Afterwards it was promoted by Yazoo (Ghulam Yazdani Malik). It became or popular genre in Urdu through the writings of Wasif Ali Wasif. This article throws light on the history of "Ikhtisaria Naveesi" (Aphorism) in Urdu.

''بہترین کلام وہی ہے جس میں الفاظ کم اور معنٰی زیادہ ہوں۔''(۱)

ایسا کلام ہمارے ہاں آیاتِ ربّانی اور احادیثِ مبارکہ کی صورت میں موجود ہے جو نہ صرف علم و حکمت کا منبع ہے بلکہ فصاحت و بلاغت کا اکمل ترین نمونہ بھی ہے۔علاوہ ازیں اہلِ بیتؓ،صحابہ کرامؓ،آئمہ عظامؒ،صوفیاء کرامؒ اور مشائخ عظامؒ کے ملفوظات کا ایک وسیع ذخیرہ بھی دستیاب ہے۔مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی غیر معمولی شخصیات،فلاسفہ،مفکرین اور قومی و ملّی رہنماؤں کے اقوالِ زرّیں بھی بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں لیکن باقاعدہ صنفِ ادب کی حیثیت سے اُردو میں ''اختصاریہ'' کا کہیں سراغ نہیں ملتا۔البتہ انگریزی ادب میں

☆ اسکالر پی ایچ ڈی (اُردو)،شعبۂ اُردو و اقبالیات،اسلامیہ یونیورسٹی،بہاول پور

☆☆ شعبۂ اُردو و اقبالیات،اسلامیہ یونیورسٹی،بہاول پور

''اختصاریہ'' نویسی کی روایت خاصی مستحکم ہے۔ دیگر زبانوں کے علاوہ عربی اور فارسی ادب کا دامن بھی اس سے مالا مال ہے۔ ''اختصاریہ'' کو انگریزی میں ''ایفورزم'' کہا جاتا ہے اور یہ فلسفیانہ اصول کے مختصر اور جامع بیان کو کہتے ہیں جو عقل و دانش سے معمور عمومی سچائی کے مشاہدے کا تیکھے اور چست انداز میں اظہار کر دے۔ (۲) انگریزی ادب میں اس کے لیے "Quotation" کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے جب کہ اُردو میں ملفوظات اور اقوالِ زرّیں کے علاوہ سنہری باتیں، جواہر پارے، نثر پارے، نثریے، بلیغیات، مختصرات، خیالیے، ایجازیے اور اختصاریے وغیرہ کے الفاظ مستعمل ہیں۔ تاہم معروف ڈراما نگار، شاعر اور کالم نگار امجد اسلام امجد کا تجویز کردہ نام ''اختصاریئے'' نے قبولیتِ عامہ حاصل کی ہے۔ (۳)

اُردو میں ''اختصاریہ'' نویسی کی ابتدا لبنان کے مشہور عرب عیسائی فلسفی، مفکر، مصوّر، ادیب اور شاعر جبران خلیل جبران کے تراجم سے ہوئی۔ بشیر ہندی نے سب سے پہلے جبران کے اختصاریوں کو اُردو زبان میں منتقل کیا۔ بعدازاں حبیب اشعر نے اس کام کو بھر پور انداز میں آگے بڑھایا۔ (۴) حبیب اشعر کے ترجمہ شدہ اختصاریے نہ صرف معیار اور اسلوب کے اعتبار سے وقیع ہیں بلکہ اُردو زبان و ادب کے قارئین میں بھر پور تعارفِ جبران کا سبب بھی ہیں۔

جبران کی زندگی مجمع البحرین تھی جس میں مشرق و مغرب کے فلسفہ و حکمت کے دھارے ملتے ہیں۔ (۵) نوعمر ہونے کی حیثیت سے وہ حسن کا پرستار تھا اور بزرگ ہونے کے ناتے حکمت و حقیقت کا عاشق تھا۔ (۶) جبران نے اپنے تقریباً ہر مضمون میں اس بات کی کوشش کی ہے کہ انسان کو خود اعتمادی کا درس دے اور اسے تصور کی دنیا میں ایسے بلند مقام پر پہنچا دے جہاں وہ اپنے آپ کو ہر چیز سے بلند تر سمجھے۔ اُس نے زیادہ تر مذہبی اجارہ داری، سرمایہ پرستی اور قدامت پرستی کے خلاف لکھا ہے، ظالم کی کھل کر مذمت اور مظلوم کا حق دلانے کی پوری کوشش کی ہے۔ (۷) دیگر حقائق کے علاوہ صنفِ نازک کی خصوصی حمایت، سماج کے گندے رسم و رواج کی عیوب کشائی اور معاشرے کی اصلاح کا جذبہ جبران خلیل جبران کے اختصاریوں میں نمایاں ہے۔ جبران کے چند اختصاریے بطورِ نمونہ پیش کیے جاتے ہیں:

> ''محنت...... محبت کے رازہائے دروں کا گنجِ شائگاں ہے۔ محبت ایک حسین و نفیس پیکر ہے جس میں محنت بحیثیت روح کے ہے۔ اگر تم محبت کے ساتھ محنت نہیں کر سکتے تو بہتر ہے کہ مجبوری کی بھی محنت نہ کرو۔'' (۸)

''کوئی شخص تمھیں ایسا علم تعلیم نہیں کرسکتا جو پہلے ہی تمہارے ادراک کی اُفق، نیم خوابیدہ حالت میں موجود نہ ہو۔''(۹)

''اے لوگو! حسن زندگی ہے...... جب زندگی اس کے خوشنما اور مقدس چہرے سے نقاب اُٹھائے...... لیکن تم ہی تو زندگی اور نقاب ہو۔''(۱۰)

''عورت ایک رُباب کی مانند اس مرد کے ہاتھ میں ہے جو تاروں کو صحیح چھیڑنا تو درکنار، مضراب بھی پکڑنا نہیں جانتا اور پھر تعجب یہ ہے کہ ان تاروں کو چھیڑنے سے جو آواز بھی نکلتی ہے اسے ٹھیک اور صحیح آواز سمجھتا ہے۔''(۱۱)

''عہدِ ماضی میں غلام بادشاہوں کی خدمت پر فخر کیا کرتے تھے لیکن آج وہ مسکینوں کی خدمت کا دعویٰ کرتے ہیں۔''(۱۲)

بشیر ہندی اور حبیب اشعر کے ترجمہ شدہ جبران خلیل جبران کے ''اختصاریوں'' کے بعد راقم الحروف کے نزدیک اُردو میں اختصاریوں کی پہلی طبع زاد تصنیف ''افکار'' ہے جسے معروف پاکستانی فلسفی، مفکر، مصور، ادیب اور شاعر زوار حسین نے تخلیق کیا ہے(۱۳) جو مختصر اور مجمل افکار پر مشتمل ہونے کے باوجود اپنی تفصیل آپ ہے۔ عمیق مطالعہ، فلسفیانہ تجزیۂ حیات، وجدانی کیف اور تجریاتی اسلوب زوار حسین کی تحریروں کا خاصا ہے۔ مثال کے طور پر:

''انسانی تہذیبوں کی بوقلمونی ایک ایسے شجرِ قدیم سے عبارت ہے جو تغیراتِ عالم کے عین مقابل اپنی مجموعی قوت اور شرافت کی بنا پر سدا بہار رہتا ہے۔''(۱۴)

''حسن کے دو ہی نمایاں پہلو ہیں مظاہرِ فطرت کا حسن اور انسانی تخلیقات کا حسن مگر یہ دونوں پہلو انسان کی ذات سے وابستہ اور اسی کے ''حسنِ ذات'' کا پرتو ہیں۔''(۱۵)

''زمین کی کھدائی سے تاریخ کے زنگ آلود آثار ہی دریافت ہوسکتے ہیں! لیکن شعور کی کھدائی انسانی فطرت کے عمیق اسرار کو منکشف کردیتی ہے۔''(۱۶)

''صحیح طریقۂ تعلیم وہ ہے جو ایک انسان کو کم سے کم عرصے میں زندگی کا جامع، بالغ اور کارساز شعور عطا کرسکے۔''(۱۷)

''انصاف ایک ایسی شاہراہِ عام ہے جو ''رحم'' کی انتہائی مخصوص بارگاہ تک پہنچ کر ختم ہوجاتی ہے۔''(۱۸)

زوارحسین کی اختصاریوں پہ مبنی تصنیف ''افکار'' کے بعد منظرِ عام پر آنے والی دوسری کتاب ''ربِّ ذوالجلال'' ہے جس نے ''اختصاریہ'' نگاری کے فن کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ''ربِّ ذوالجلال'' غلام یزدانی ملک کے نثر پاروں کا مجموعہ ہے، ان کا قلمی نام یزدو تھا۔''ربِّ ذوالجلال'' اپنے نثر پاروں کی ہیئت کے اعتبار سے، اسلوبِ بائبل اور اسلوبِ جبران کے بہت قریب ہے۔لیکن مضمون و معنی کے اعتبار سے اس کی اپنی انفرادیت مسلمہ ہے وہ ایک طرف جہاں اپنے ادب پاروں میں اخلاق کی عمومی قدروں کی نمائندگی کرتا ہے اور جمالیاتی فراغ بخشتا ہے وہاں دوسری طرف وہ عمومی عمرانی مسائل کو بھی موضوعِ فن بناتا ہے اور یوں اپنے فنی کینوس کو وسعت دے کر آفاق گیر بنا دیتا ہے...... ان کے نثر پارے یونانی مجسّموں کی طرح مستحکم اور مستقل ہیں۔اس سے پاکیزگی اور تقدس کا احساس ہوتا ہے اور قاری ایک برتر جمالیاتی دنیا میں کھو جاتا ہے۔(۱۹) ان کے چند نثر پارے ملاحظہ کیجیے:

ایک مرتبہ: میں ایک کسبی کے ہاں ٹھہرا تو اس نے عود، عنبر کی خوشبوؤں کو سلگایا۔اس کے ساتھیوں نے الغوزے چھیڑے اور دف بجائے پھر رات گئے جب سب لوگ منتشر ہو گئے۔تو میں نے اس سے اظہارِ محبت کیا۔ جسے سن کر وہ متبسّم ہوئی۔عجب اندازِ خود سپردگی سے انگڑائی لی...... اپنی مرمریں بانہیں میری گردن میں حمائل کر دیں اور کہنے لگی۔تم نے سنہری سکّوں کے عوض میرا جسم ہی تو خریدا ہے۔(۲۰)

> ''سرمایہ دار کی تجوری اور غریب کا پیٹ دونوں کبھی نہیں بھرتے۔''(۲۱)

> ''وہ سربلند، متکبر اور پُر شباب کنواریاں جن کی مرمریں باہیں کبھی بھی، کسی گھبرو کے گلے کی زینت نہیں بن سکیں۔ بے حد قابلِ رحم ہوتی ہیں کیونکہ ایسی حسیناؤں کو میں اکثر راتوں کے اندھیروں میں محبت کے دیوتا کے حضور گڑگڑاتے اور یہ کہتے ہوئے سنتا ہوں کہ خداوند، محبت کے خدا !! جوانوں کے دل بھرپور محبت کے لئے ہماری طرف پھیر دے۔''(۲۲)

> ''میں نے اکثر فیلسوفوں اور مفکروں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی تمام تر صلاحیتیں اپنے اقوال کو سچ ثابت کرنے پر صرف کر دیتے ہیں۔خواہ وہ دن کو رات ہی کہہ چکے ہوں۔''(۲۳)

> ''نوجوانو!
>
> دیویوں کے تراشیدہ مجسّموں سے مشابہ خوبصورت کنواریوں کے سڈول جسم

اس لیے نہیں ہوتے کہ انہیں بے دردی کے ساتھ پامال کر دیا جائے۔'' (۲۴)

''رَبِّ ذوالجلال'' کے بعد ''رشحات'' منصۂ شہود پر آئی تو ''اختصاریہ'' نے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ اعزاز مسرور کی اس کتاب میں انسان کو اُمید کے علاوہ مذہب ،اخلاقیات اور سماجیات کا درس دیا گیا ہے۔اعزاز مسرور نے اپنے اختصاریوں میں "Paradox" کی مدد سے بھی بھرپور معنویت پیدا کی ہے۔ان کے چند اختصاریے ملاحظہ کیجیے:

''تمنا کی تکمیل نہ ہو تو تکمیل کی تمنا کرو۔'' (۲۵)

''آس کو سدا آس پاس رکھو۔'' (۲۶)

''عدمِ تشدد کے پردے میں تشدّد کرنا گاندھی کی پیروی کرنا ہے۔'' (۲۷)

''اخلاقیات کے اصول ایسے بیج ہیں جو بوئے کہیں جاتے ہیں اور پھوٹتے کہیں اور ہیں۔'' (۲۸)

''بہترین محبت وہ ہے جس میں بندگی بھی شامل ہو اور اس کے لائق صرف خدا ہے۔'' (۲۹)

بشیر ہندی اور حبیب اشعر کے ترجمہ شدہ جبران خلیل جبران کے اختصاریوں، زوار حسین، یزؔو (غلام یزدانی ملک) اور اعزاز مسرور کے طبع زاد نثر پاروں نے جس سفر کا آغاز کیا تھا۔ واصف علی واصف کی ''کرن کرن سورج'' اس کا نقطۂ عروج ثابت ہوئی۔خاص و عام میں یکساں مقبولیت حاصل کرنے والی اس کتاب نے صنفِ ''اختصاریہ'' کو وہ اعتبار بخشا کہ الفاظ میں تذکرہ مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔''کرن کرن سورج'' واصف علی واصف کے طبع زاد اختصاریوں کا پہلا مجموعہ ہے جو اپنی فکر اور اسلوب کے اعتبار سے ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔صوفیانہ فکر سے مزّین اقوالِ واصف کی تاثیر کا دائرہ جس تیزی سے پھیل رہا ہے، وہ قابلِ رشک ہے۔عشق اللہ اور حبیب اللہ ﷺ، اسلام، پاکستان، محبت ، انسان اور کائنات کے علاوہ مذہب و اخلاقیات واصف علی واصف کے اختصاریوں کی جان ہیں۔عہدِ حاضر میں میرؔ، غالبؔ اور اقبالؔ کے اشعار کی طرح اقوالِ واصف بھی زبان زدِ عام ہیں۔بطورِ دلیل چند اقوالِ واصف ملاحظہ کیجیے:

''جو انسان اپنی وفا کا ذکر کرتا ہے وہ اصل میں دوسرے کی بے وفائی کا ذکر کر رہا ہوتا ہے...... وفا تو ہوتی ہی بے وفا سے ہے۔'' (۳۰)

''دور سے آنے والی آواز بھی اندھیرے میں روشنی کا کام دیتی ہے۔'' (۳۱)

''خوش نصیب انسان وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔'' (۳۲)

''ہم لوگ فرعون کی زندگی چاہتے ہیں اور موسیٰ کی عاقبت۔'' (۳۳)

''جب نبی کی وراثت موروثی نہیں تو اولیاء کی وراثت کس طرح موروثی ہوگئی؟ گدی نشینی کا تصور، غور طلب ہے۔'' (۳۴)

''جو لیڈر نا اہل ہو وہ اپنے رفقاء کا گلہ کرتا ہے۔ سورج کہلانے کا شوق ہو تو روشنی پیدا کرو۔'' (۳۵)

''خاوند کو غلام بنانے والی بیوی آخر غلام ہی کی تو بیوی کہلاتی ہے! دانا بیوی خاوند کو دیوتا بناتی ہے اور خود دیوی کہلاتی ہے۔'' (۳۶)

''اختصاریہ'' کو بامِ عروج عطا کرنے والے واصف علی واصف کے بعد ایک اور معتبر نام خالد حنیف کا ہے جس نے اس صنفِ ادب کو اپنے خونِ جگر سے سینچا اور اسے فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کی تصانیف ''میں۔ تو اور وہ''، ''اختصاریئے''، اور ''سیپ سیپ سمندر'' کے نام سے منظرِ عام پر آ چکی ہیں جن میں اخلاقیات و نفسیات کے علاوہ دین، مرد و عورت اور محبت کو خاص طور پر موضوع بنایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں خالد حنیف نے محاورات کی توڑ پھوڑ سے اپنے تخلیق کردہ اختصاریوں میں نئے معانی پیدا کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ مثال کے طور پر:

''یہ صحیح ہے کہ کنوئیں کا مینڈک دریا کے مینڈک کی نسبت زیادہ محفوظ ہوتا ہے لیکن زندگی کا صحیح لطف کون اٹھاتا ہے؟'' (۳۷)

''سن اے عورت! اگر پھول کی خودنمائی اپنائے گی تو بھنورا ہی پائے گی اور اگر پروانہ چاہتی ہے تو پہلے خود ''شمع'' بن۔'' (۳۸)

''بلی کی آنکھیں ہمیشہ اندھیرے میں چمکتی ہیں۔'' (۳۹)

''ایک باپ کی کامیابی کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ بچّے اس کے آنے سے خوش ہوتے ہیں یا جانے سے۔'' (۴۰)

''قوتِ برداشت بڑھانے کا ایک اور طریقہ: امیر زادوں کو ٹیوشن پڑھانا۔'' (۴۱)

اب ذکر ایک ایسے ''اختصاریہ'' نگار کا جو نہ صرف واصف علی واصف کے مرید ہیں بلکہ انہیں اگر واصف علی واصف کا قلمی جانشین قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ واصفی فکر و اسلوب سے مزّین، نادر جملے تخلیق کرنے والے ڈاکٹر اظہر وحید کی ''پہلی کرن'' اور ''دلِ ہر قطرہ'' نے اختصاریہ نگاری

کے فروغ میں جو کردار ادا کیا ہے وہ نا قابلِ فراموش ہے۔ دل کو چھو لینے والے، گیرائی اور گہرائی کے حامل جملے نہ صرف انسانی روح کو سیراب کرتے ہیں بلکہ دعوتِ فکر و عمل کا سبب بھی بنتے ہیں۔ ڈاکٹر اظہر وحید کے اختصاریوں کی ایک جھلک دیکھیے :

''کائنات......اسمِ محمدﷺ کی تشریح ہے اور.....موجودات.....محوِنعت!!''(۴۲)

''الفاظ کی نشست و برخاست.....مہذب معاشرے میں ایسے ہی ہے جیسے افراد کی نشست و برخاست !!.....محض کسی ایک لفظ کی نشست، بے ترتیب ہونے سے کئی نشستیں برخاست ہو جاتی ہیں۔''(۴۳)

''یہ کائنات ایک حادثہ نہیں ہے.....حادثے میں اس قدر حُسن نہیں ہو سکتا...... کیونکہ حُسن، حُسنِ ترتیب کا نام ہے اور حادثہ......؟ کسی ترتیب کے بکھر جانے کا نام!!(۴۴)

''خدا جس کو زمین پر عاجز کرنا چاہتا ہے......اس سے عاجزی چھین لیتا ہے۔''(۴۵)

''مجبوری......کمزوری کا ایک مہذّب نام ہے۔''(۴۶)

اُردو ''اختصاریہ'' جس کی ابتداء جبران خلیل جبران کے تراجم سے ہوئی، اب ایک مقبول صنفِ ادب بن چکا ہے اور اس کے فروغ میں بہت سے لکھاری اپنا اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ آئے دن اختصاریوں پر مشتمل کتب کی تصنیف و تالیف اور اشاعت اختصاریہ نویسی کی مقبولیت کی روشن دلیل ہے۔ ان کتب میں ''علم ابھی تشریح طلب ہے'' (از: محمد صادق)، ''بات سے بات'' (از: محمد مختار شاہ)، ''حرف ریزے'' اور ''لرزشِ حرف'' (از: فرقان احمد قریشی)، ''نکتہ داریاں'' (از: ڈاکٹر منصور احمد باجوہ)، ''دائرے، نقطے، حرف'' (از: سیّد فہیم الدین) کے علاوہ ''انوارِ الصفاء'' (مرتبہ: محمد خصلت حسین صابری چشتی)، ''اقوالِ زرّیں کا خوبصورت انسائیکلو پیڈیا'' (مرتبہ: ڈاکٹر حمیرا بتول میؤ/ ڈاکٹر مصباح چودھری)، ''مسلم مفکرین کی سنہری باتیں'' (مرتبہ: پروفیسر عرفان احمد) اور ''اقوالِ اقبالؒ'' (مرتبہ: سعید اے شیخ) نمایاں ہیں۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ واصف علی واصف، ''کرن کرن سورج''، کاشف پبلی کیشنز، لاہور، جون ۱۹۸۴ء، ص ۹۹

۲۔ مخدوم محمد حسین، ڈاکٹر، ''واصف باصفا''، کاشف پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۵۰

۳۔ خالد حنیف، ''اظہارِ تشکر''، مشمولہ ماہنامہ ''سپوتنک'' لاہور، جلد ۱۷، شمارہ نمبر ۱، جنوری ۲۰۰۶ء، ص ۵۶

۴۔ (i) راقم الحروف کا آغا امیر حسین سے مصاحبہ، بمقام ''کلاسیک''، ۴۲۔ دی مال، لاہور، بتاریخ ۲۶/ جولائی ۲۰۰۸ء

(ii) جبران: مشہور عرب عیسائی فلسفی مفکر، مصور، ادیب اور شاعر جبران خلیل جبران ۶/ جنوری ۱۸۸۳ء کو لبنان کے مضافات میں واقع ایک مقام ''بشاری/ بشری'' میں پیدا ہوا۔ ۱۲ سال کی عمر میں امریکہ چلا گیا۔ بوسٹن سکول سے تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ بعد لبنان واپس آیا اور بیروت کے مدرستہ الحکمت میں داخلہ لے لیا۔ عربی زبان و ادب کی تحصیل کے بعد ۱۹۰۳ء میں امریکہ واپس چلا گیا اور ۵ سال بوسٹن میں گزارے۔ فنونِ لطیفہ سے غیر معمولی محبت تھی۔ پیرس (فرانس) میں بھی قیام پذیر رہا۔ عربی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کا ماہر تھا۔ اس نے عربی اور انگریزی زبانوں میں بہت سی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جن کے تراجم دنیا کی متعدد زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ ''دی پروفٹ'' کو جبران کی بہترین تصنیف کہا جاتا ہے۔ جس کا عربی ترجمہ ''النبی'' کے نام سے ہو چکا ہے۔ ۱۰/ اپریل ۱۹۳۱ء کو نیویارک میں جبران کا انتقال ہوا اور اسے اپنے آبائی علاقے ''بشاری'' میں دفن کیا گیا۔

۵۔ طاہر عدنان، ''تذکرہ۔ جبران خلیل جبران''، مشمولہ ''روحِ جبران''، مرتبہ: طاہر عدنان، العصر پبلی کیشنز، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء، ص ۱۷

۶۔ اشفاق احمد ندوی، ڈاکٹر، ''جبران خلیل جبران۔ فن اور شخصیت''، ریاض اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۲۱

۷۔ ایضاً، ص ۱۲۲

۸۔ طاہر عدنان، ''روحِ جبران'' العصر پبلی کیشنز، لاہور، اگست ۲۰۰۷ء، ص ۲۴

۹۔ ایضاً، ص ۲۵ ۱۰۔ ایضاً، ص ۲۶

۱۱۔ ایضاً، ص ۲۲۵ ۱۲۔ ایضاً، ص ۲۲۵

۱۳۔ (i) خاکسار حسین، مکتوب بنام راقم الحروف، از ملتان، ۱۵ فروری ۲۰۰۹ء میں تحریر کرتے ہیں۔ ''زوار حسین میرے حقیقی بڑے بھائی تھے...... ان کی کتاب ''افکار'' کے بارے میں بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ ان کی پہلی کاوش تھی اور غالباً ۱۹۶۶ء یا ۱۹۶۷ء میں چھاپی گئی۔''

(ii) زوار حسین: معروف پاکستانی فلسفی، مفکر، مصور، ادیب اور شاعر زوار حسین ستمبر ۱۹۳۰ء کو ملتان میں پیدا ہوئے۔ میوسکول آف آرٹ، لاہور میں برطانوی نژاد پاکستانی مصورہ مسز اینا مولکا احمد کے شوہر شیخ احمد سے مصوری کی بنیادی تعلیم حاصل کی۔ ملتان میں سب سے پہلا موسیقی اور مصوری کی تعلیم و تربیت کا ادارہ ''اکیڈمی آف فائن آرٹ'' قائم کیا۔ بہت سے اعزازات کے حامل زوار حسین ''افکار'' کے علاوہ ''سلیقۂ زیست''، ''آہنگِ تخلیق''، حروف''، ''اکیلی ہوا''، ''اطرافِ خیال'' اور ''سیکولر نظامِ افکار'' کے خالق بھی ہیں۔ ۲/ دسمبر ۲۰۰۳ ان کی تاریخِ وفات ہے۔

۱۴۔ زوار حسین، ''افکار''، ادارہ ''طرحِ نو''، ملتان، سن ندارد، ص ۵

۱۵۔ ایضاً، ص ۶ ۱۶۔ ایضاً، ص ۷

۱۷۔ ایضاً، ص ۱۲ ۱۸۔ ایضاً، ص ۱۴

۱۹۔ (i) ظہیر کاشمیری، پیش لفظ، مشمولہ ''ربّ ذوالجلال''، یزؔد (غلام یزدانی ملک)، بک ٹریڈرز، لاہور، دوم، فروری ۱۹۷۹ء، ص ا۔ب

(ii) ''ربِّ ذوالجلال'' کا پہلا ایڈیشن آغا امیر حسین نے اپنے ادارہ ''کلاسیک''، ۴۲۔ دی مال، لاہور، سے جنوری ۱۹۷۱ء میں گیارہ سو کی تعداد میں شائع کیا تھا۔

۲۰۔ یزؔد، (غلام یزدانی ملک)، ''ربّ ذوالجلال''، بک ٹریڈرز، لاہور، دوم، فروری ۱۹۷۹ء، ص ۱۵۸

۲۱۔ ایضاً، ص ۱۴۴ ۲۲۔ ایضاً، ص ۹۱

۲۳۔ ایضاً، ص ۹۰ ۲۴۔ ایضاً، ص ۴۷

۲۵۔ اعزاز مسرور، ''رشحات''، لاہور، اوّل دسمبر ۱۹۸۱ء، ص ۴

۲۶۔ ایضاً، ص ۶ ۲۷۔ ایضاً، ص ۷

۲۸۔ ایضاً، ص ۱۷ ۲۹۔ ایضاً، ص ۳۰

۳۰۔ (i) واصف علی واصف، ''کرن کرن سورج'' کاشف پبلی کیشنز، لاہور، جون ۱۹۸۴ء، ص ۵۰

(ii) معروف ادبی شخصیت اور مترجم پروفیسر سجاد حیدر پرویز نے ''کرن کرن سورج'' کا سرائیکی زبان میں ترجمہ ''کڑاواں

کڑاواں سجھ'' کے نام سے کیا جو ۷/ اپریل ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا۔

۳۱۔ واصف علی واصف، ''کرن کرن سورج''، کاشف پبلی کیشنز، لاہور، جون ۱۹۸۴ء، ص ۵۲

۳۲۔ ایضاً، ص ۵۷ ۳۳۔ ایضاً، ص ۹۶

۳۴۔ واصف علی واصف، ''کرن کرن سورج''، ص ۱۰۰

۳۵۔ ایضاً، ص ۱۱۸ ۳۶۔ ایضاً، ص ۱۳۸

۳۷۔ (i) خالد حنیف، ''میں ۔تُو اور وہ''، عثمان پبلی کیشنز، لاہور، نومبر ۱۹۸۴ء، ص ۶۶

(ii) معروف شاعر اور مترجم سہیل اختر نے ''میں ۔تُو اور وہ'' کا انگریزی ترجمہ ''Whispers in stilly nights'' کے نام سے کیا جو اکتوبر ۱۹۹۴ء میں شائع ہوا۔

۳۸۔ خالد حنیف، ''میں ۔تُو اور وہ''، عثمان پبلی کیشنز، لاہور، نومبر ۱۹۸۴ء، ص ۵۱

۳۹۔ ایضاً، ص ۱۰ ۴۰۔ ایضاً، ص ۹ ۴۱۔ ایضاً، ص ۳۳

۴۲۔ اظہر وحید، ڈاکٹر، ''دلِ ہر قطرہ''، واصف میڈیکل سنٹر، لاہور، اگست ۲۰۰۶ء، ص ۱۲

۴۳۔ ایضاً، ص ۳۹

۴۴۔ اظہر وحید، ڈاکٹر، ''پہلی کرن''، القمر انٹر پرائزرز، لاہور، جلد سوم، اگست ۱۹۸۷ء، ص ۱۱

۴۵۔ ایضاً، ص ۳۵ ۴۶۔ ایضاً، ص ۱۱۵